Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 30, Sr. No.74, 2009, pp 81 - 93

تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۰، جنوری۔ مارچ، شمارہ ۷۴، ۲۰۰۹ء

جدید مزاحمتی ایرانی شاعری پر ایک نظر

ڈاکٹر محمد ناصر☆

Abstract

Literature at large, and poetry in particular is bound to reflect the inner fellings, heart felt sentiments and social pains. Classical Persian peotry, despite all its beauty, could never reflect the problems and pains of common people. Even some all time greats like Sa'di and Rumi could not come up to the expectations. In late 19th and early 20th century, new topics e.g patriotism, democracy and rule of law completely changed the face and fabric of Persian poetry. More importantly, the Islamic revolution and then the imposed war had a great impact on minds and thoughts of young Iranian poets. In this article the modern style resistant Iranian poetry has been introduced and evaluated.

شعر و ادب اور جذبہ و احساس کا ساتھ چولی دامن کا ہے۔ شاعر اور ادیب معاشرے کے حساس ترین افراد ہونے کے ناطے باطنی احساسات و جذبات، معاشرتی مسایل اور سماجی دکھوں کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتے ہیں اور یوں ادب لافانی روح کے جاوداں آیینے میں ڈھل جاتا ہے۔ کلاسیکی فارسی شاعری اپنی تمامتر دلکشی، رعنائی اور جاذبیت کے باوجود اپنے دامن پر یہ انمٹ داغ لیے ہوئے ہے کہ فارسی شعر و ادب عوام الناس کے دکھوں اور مسایل و تکالیف سے ہمیشہ کوسوں دور ہی رہا ہے۔ فارسی ادب کی

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

درخشاں تاریخ کے عظیم شعرا بادشاہوں کی مدح اور امرا و وزرا کی خوشامد میں مصروف رہے اور انھوں نے غریبوں، مزدوروں، کسانوں، عورتوں اور معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کی آواز بننے کی کوشش کبھی نہیں کی۔ اخلاقی اور عرفانی ادب کی اہمیت و افادیت اور عظمت و شوکت اپنی جگہ لیکن معاشرتی و سماجی مسایل کے ادراک سے پہلو تہی کا کوئی معقول سبب اور منطقی جواز سمجھ میں نہیں آتا۔

سعدی (۶۰۶۔ ۶۹۱ ھ) کی عظمت سے کون منکر ہے، لیکن اس حقیقت سے چشم پوشی بھی ممکن نہیں کہ ایک طرف عالم اسلام منگولوں کے طوفانی حملوں کی زد میں تھا، چنگیز خان اور پھر اس کا پوتا ہلاکو خان آسمانی عذاب کی صورت میں عظیم اسلامی تہذیب کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روند رہے تھے اور شاعر حسن و عشق، گل و بلبل اور زلف و کاکل کی داستانیں سنا سنا کر سادہ مزاج لوگوں کو سنہرے سپنے دکھانے میں مصروف تھے۔ ۶۵۶ ھ میں سقوط بغداد کا سانحہ پیش آیا اور عین اسی سال تألیف ہونے والی تاریخ بشر کی عظیم اخلاقی کتاب گلستان میں اس کی پرچھاییں تک دکھائی نہیں دیتی، محض ایک مرثیہ اور چند اشعار کو اشک شوئی ہی کہا جا سکتا ہے۔ خداے سخن مولانا جلال الدین رومی (۶۰۴۔۶۷۲ ھ) کی عظیم مثنوی اور کلیات شمس بھی اس کیفیت سے مبرّا نہیں۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی عیسوی کے اوایل میں فارسی شاعری میں قابل ذکر تبدیلیاں وقوع پذیر ہوییں، جن کے نتیجے میں نت نئے موضوعات پہلی بار فارسی شاعری کا حصہ بنے۔ دیگر معاشرتی اور سماجی مسایل کے ساتھ ساتھ حبّ الوطنی، حریّت پسندی، آزادی خواہی، قانون کی حکمرانی اور جمہوریت جیسے تر و تازہ موضوعات نے فارسی شاعری کا مزاج ہی بدل ڈالا۔ یوں گذشتہ صدی فارسی شاعری کے ارتقا کے حوالے سے بے حد اہم ٹھہری، بالخصوص ایران کے اسلامی انقلاب اور بعد ازاں آٹھ سالہ طویل جنگ نے ایرانی شاعری کا مزاج اور موضوع بالکل ہی بدل ڈالا، اور نوجوان ایرانی شعرا نے بین الاقوامی مزاحمتی ادب میں ممتاز مقام حاصل کر لیا۔

۱۱۔فروری ۱۹۷۹ء کو چشم فلک نے اڑھائی ہزار سالہ ایرانی شاہنشاہیت کے بت

کو سرنگوں ہوتے ہوئے دیکھا اور اگست ۱۹۸۰ء میں اسلامی جمہوریہ ایران پر جنگ مسلّط کردی گئی اور یہ کشور عزیز آٹھ طویل برسوں تک خاک و خون میں غلطاں رہا۔ ابھی اہل ایران عوامی و اسلامی انقلاب کی برکتوں کو سمیٹ ہی نہیں پائے تھے کہ اسے تاراج و غارت کرنے کے منصوبے پروان چڑھنے لگے، لیکن عظیم تاریخ و قدیم ثقافت کی حامل ایرانی قوم نے مادرِ وطن کا دفاع کرتے ہوئے شجاعت و دلیری کی بے مثال داستانیں رقم کیں جو ایرانی تاریخ کا سنہرا باب ہیں۔

فارسی شعر و ادب کے حوالے سے ہمیشہ سے ایک غنی و پربار زبان رہی ہے۔ بالخصوص اسلامی عہد میں، پہلی دو صدیوں کو چھوڑ کر، فارسی زبان میں انسانی جذبات و احساسات کا اظہار کثرت سے شعری قوالب میں ہوتا رہا ہے۔(۱) اور یہ حقیقت بھی اظہر من الشّمس ہے کہ شاعر بخصوص بیسویں صدی کا شاعر اپنے گرد و پیش کے حالات و واقعات کو نظر انداز نہیں کر سکتا، جیسا کہ احمد شاملو نے کیا خوب کہا ہے:

امروز
شعر
حربۂ خلق است
زیرا کہ شاعران
خود شاخہ ای ز جنگل خلق اند
نہ یاسمین و سنبلِ گل خانۂ فلان...
بیگانہ نیست
شاعر امروز
با درد ہای مشترک خلق
او با لبان مردم
لب خندمی زند
درد و امیدِ مردم را

با استخوان خویش، پیوند می زند۔(۲)

پس اگر گذشتہ ربع صدی کی جدید فارسی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو انقلابی اور مزاحمتی شاعری اس کا جزوِ لا ینفک نظر آتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہو گا کہ عہد حاضر کی شاعری کے رخساروں پر دکھائی دینے والی سرخی شہدا کے لہو کی مرہونِ منت ہے ۔ دورانِ جنگ ایرانی قوم سیسہ پلائی دیوار بن گئی اور ادبی میدان میں نوجوان شعرا کی کثیر تعداد نے ملی شعور کو اجاگر کرنے اور شہدائے دفاعِ کشور کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے شعر کہے۔

کل کی بات ہے کہ ہم مسلمان مزاحمتی شاعری ، جنگ و مظلومیت کو فلسطینیوں سے منسوب کرتے ت اور عربی زبان کے مزاحمتی ادب کو ترجمہ کرتے تھے لیکن آج ہمارے ہاں فارسی زبان میں ایسی شاعری موجود ہے جس کا ترجمہ بین الاقوامی زبانوں میں کیا جانا چاہیے، کیونکہ اہلِ ایران عہد حاضر میں خود جنگ کے جاں گداز تجربے سے گذر چکے ہیں۔(۳)

معاصر شعرا نے قدیم و جدید ہر دو اسالیب میں طبع آزمائی کی ہے ۔مثنوی ، غزل ،قصیدہ، رباعی و دوبیتی جیسی روایتی اصنافِ سخن میں بھی کثرت سے شعر کہے گئے ۔

رباعی کے اہم شاعروں میں پرویز بیگی حبیب آبادی، حسن حسینی، زیبا طاہریان، قیصر امین پور، یداللہ مفتون، مجتبیٰ کاشانی اور علی رضا قزوہ نمایاں ہیں۔(۴)

مزاحمتی غزل میں مرتضیٰ نور بخش، زکریا اخلاقی ،نصر اللہ مردانی، محمد رضا محمد نیکو، حسن حسینی، حمید سبزواری، مہدی منفرد اور ساعد باقری نے بہت نام کمایا۔(۵)

مثنوی جیسی صنف سخن بھی جدید مزاحمتی شاعروں کی توجہ کا محور بنی اور حمید سبزواری، محمد شاہرخی، سید رضا مؤید، قدرت اللہ صاحب کار، مشفق کاشانی، محمود شاہرخی، قیصر امین پور، احمد عزیزی نے دلکش اور مؤثر مثنویاں کہیں(۶)، لیکن زیرِ نظر مقالے میں نیمائی یا جدید اسلوب میں کہی گئی مزاحمتی شاعری کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ابوالقاسم فردوسی (۹۳۵۔۱۰۲۰ء) کے نام سے کون واقف نہیں، (۷) عالمی

ادب میں شاہنامۂ فردوسی سے بڑھ کر جرأت و بہادری اور شجاعت و دلیری کی منظوم داستان نہیں ملتی۔(۸) اس عظیم ادبی ورثے کی حامل قوم نے بیسویں صدی میں آنی والی افتاد اور مسلط کردہ جنگ کے دوران بھی اپنے قومی وقار و آبرو کو برقرار رکھا۔ (۹)حسن حسینی کی ایک معتبر نظم ''اعجاز'' اس کی عمدہ مثال ہے:

دلا دیدی آن عاشقان را؟
جہانی رہایی در آواز شان بود
و در بند حتیٰ
قفس شرمگین از شکوفایی شوقِ پرواز شان بود
پیام آورانی کہ در قتل گاہِ ترنم
سرودن، علی رغم زنجیر
اعجاز شان بود
بہ سرسبزی نخل ایثار
بہ این آیہ ہای تناور
دلا گر نہ ای سنگ
ایمان بیاور۔(۱۰)

اس نظم میں ان نوجوانوں میں ہمت و حوصلے کو ایک معجزہ قرار دیا گیا ہے جو دشمن کی قید میں ہونے کے باوجود سر بلند و سرفراز ہیں، اور ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آتی۔ تمامتر نامساعد حالات کے باوجود وہ دشمن کے مقابل سر جھکانے کو تیار نہیں، اور شاعر پکار اٹھتا ہے کہ اے دل، اگر تم پتھر نہیں ہو تو ہمت و حوصلے کی ان آیات پر ایمان لے آؤ۔

سید مہدی شجاع کی نظم ''در جبہہ ہای ما'' (ہمارے محاذوں پر) شاعر کی پختگی اور تخیل کی تازگی کا پتہ دیتی ہے۔ محاذ جنگ کا نقشہ تقریباً تمام شعرا نے قدیم و جدید اصنافِ سخن میں کھینچا ہے۔ مہدی شجاعی کی یہ نظم بھی ملاحظہ فرمائیے جس میں متنوع تجریدی

تعابیر مثلاً ''سبزی صداقت، ایمان ناب سرود سبز، شیخ بیدار رحمت، مرجان عشق ہمیں ایک اور ہی دنیا میں لے جاتی ہیں۔

اس طویل نظم سے اقتباس:

در جبہہ ہای ما
سر باز پاسدار
گل ہای زخم خویش را
لب خندمی زند
در جبہہ می توان
مرجان عشق را
از قامتِ شکستہ و ہیجانِ ہر صدف
بر دامن بلوری معشوق
رقصندہ یافت...
روح خدا
در جبہہ می خروشد و فریاد می زند
ای کاش در ہرکجای خاک
روح خدا، این روح جاری قرآن
روح جبہہ بود۔ (۱۱)

محمد رضا عبدالملکیان کی ''جنگجوی جبہہ ہای سہ سالہ'' ایک نثری نظم ہونے کے باوجود جذبات و احساسات کا طوفان بلاخیز ہمراہ لیے ہوئے ہے۔ اسے شاعرانہ نثر کا نام دیں یا نثری نظم پکاریں، لیکن جذبات کی شدت اور تأثیر و نفوذ سے انکار ممکن نہیں۔ بھلا اس نظم کو آتشیں تنقید کا نشانہ کیسے بنایا جا سکتا ہے؟! ہمارے مقابل تو وہ کم سن جنگجو ہے جو محاذ جنگ پر تجربات کی آگ سے گزر رہا ہے، اور بقول شاعر یہ جنگجو: ''خورشید در آستین و حماسہ در پنجہ است''۔ عبدالرضا ملکیان کا زور بیان تو دیکھیے:

این جنگجو در عشق شگفتہ است
این جنگجو با شمشیر ایمانش جہانِ نامرادی را بہ دو نیم کردہ است
این جنگجو بر شانہ ہای خورشید نور می پاشاند۔(۱۲)

وزن و قافیے کی پابندیوں کو ایک طرف رکھیے، جذبہ و احساس کی گرہ کو کھولیے، چشمِ دل وا کیجیے، اور یہ نظم ملاحظہ فرمائیے:

تو چرا می جنگی؟
پسرم می پرسد
من تفنگم در مشت
کولبارم بر پشت
بند پوتینم را محکم می بندم
مادرم آب و آیینہ و قرآن در دست
روشنی در دلِ من می بارد
پسرم بارِ دگر می پرسد
تو چرا می جنگی؟
با تمام دل خود می گویم:
تا چراغ از تو نگیرد دشمن (۱۳)

سچ کہیے وزن و قافیے سے بے نیاز یہ چند سطریں کتنے ہی موزوں و مقفیٰ اشعار پر بھاری ہیں۔ کیا کوئی مشفق باپ محاذ جنگ پر روانہ ہوتے ہوئے اپنے ننھے بیٹے کو اس سے بڑھ کر خوبصورت اور جامع جواب دے سکتا ہے؟

قیصر امین پور کی طویل نظم ''شعری برای جنگ'' مزاحمتی شاعری کا جاوداں نمونہ ہے۔ یہ نظم محض شاعرانہ تخیل کا نتیجہ نہیں بلکہ شاعر کے ذاتی تجربات کا نچوڑ اور درد کا حاصل ہے۔ سلاست و شیرینی، صراحت و روانی اور پے در پے تصاویر نظم کو فنی خوبصورتی عطا کرتی ہیں۔ مظلومیت، مدافعت، صمیمیت جیسے احساسات نظم کو منفرد رنگ

بخشتے ہیں، بالخصوص نظم کا اختتام بے حد اثر انگیز ہے۔ یہ ایک طویل نظم ہے محض آخری چند سطریں ملاحظہ فرمائیے:

یک روز
از باغبان شہرم، پرسیدم
اینگونہ باشتاب چہ می کاری؟
خندید و بادو چشم ہراسان گفت:
انسان
تازہ نہالِ پُر ثمری را
محصول عمرِ خود، پسرم را
امسال
محصول باغ ہا ہمہ لالہ است۔(۱۴)

کربلا اور حضرت امام حسین کے کردار کا ذکر مزاحمتی شاعری کو تقدس کا لبادہ اوڑھا دیتا ہے۔حسن حسینی کی نظم ''ہم صدا با خلق اسماعیل'' کا یہ بند ملاحظہ فرمائیے:

معراجِ مردان را
قامت بستی
بہ زخم حسین
و ازین روست
ای دوست
کہ خورشید
در ہر غروب، بہ زخم ستارہ گون شقیقہ است
اقتدا می کند و ہرگاہ
نام تو را
چونانِ سلام سرخ نمازش

ادا می کند۔ (۱۵)

غلام رضا رحمدل کا نام مزاحمتی شاعری میں نمایاں ہے ،ان کی نظم ''تندیس ہای آتش و باران'' تصویر سازی اور تخیل کے اعتبار سے ممتاز مقام کی حامل ہے۔(۱۶) مثلاً درج ذیل تراکیب ملاحظہ فرمائیے:

روح بزرگ کوچکِ جنگل؛ جنگل حریتِ خشم؛ گل ہای خون گرفتۂ گیلان؛ گیلان حریتِ عشق شمارا تفسیر می کند۔

اسی طرح بعض تجریدی تصاویر بھی ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کرتی ہیں۔ مثلاً :

روح بزرگ؛ بیکران غیرت؛ خوشہ ہای خشم؛ چشم ہای پرواز؛ صلابت البرز؛ راستای روشن پیکار۔

بطور مجموعی'' تندیس ہای آتش و باران'' غلام رضا رحمدل کی نمایندہ ترین نظم کہی جا سکتی ہے۔

ہم وطنوں کو مزاحمت ، مقاومت و مدافعت کے لیے پکارتے، فریاد کرتے ہوئے، شاعر کا سینہ غم و اندوہ سے بھر جاتا ہے۔ ایسے ہی احساسات کی ترجمان نظم ''این سبز سرخ کیست'' ہے۔ جس میں قیصر امین پور لفظوں کے رنگوں سے مصوری کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ترکیب آفرینی، خیال انگیزی، تصویر سازی، قدرت کلام ، نازک احساسات اور لطیف جذبات کی حامل یہ سحر انگیز و اعجاز آمیز نظم ہمیں ایک اور ہی دنیا سے آشنا کرتی ہے۔ شاعر شہدا کے پیوند خاک ہونے کو پھولوں کی کھیتی (کاشت گل) قرار دیتے ہوئے کہتا ہے:

او را چنان کہ خواست
با آن لباس سبز بکارید
با آن لباس ''لا''
غسل و کفن ندارد این سبزِ سرخِ ما

او را چنان کہ خواست
با آن لباس سبز بکارید
تا چون ہمیشہ سبز بماند
تا چون ہمیشہ سبز بماند
او را وقتی کہ کاشتند
ہم سبز بود، ہم سرخ
آن گاہ
آن یار بی قرار
آرام در حضور خدا، آسود
ہر چند سرخ سرخِ بہ خاک افتاد
اما
این ابتدای سبزیِ او بود۔ (۱۷)

محمد کریم جوہری کی ایک نہایت مختصر لیکن بے حد اثر انگیز نظم پر اس بحث کو سمیٹتے ہیں، نظم کا عنوان ہے، ''سپیدہ'':

کجاست؟
شہابِ ثاقبِ عشقی
کہ در شبی تاریک
بسوخت تیرگی و روشنی بہ عالم داد
کجاست؟
رہا پرندۂ خونین پری
کہ با خونش
بہ لوحِ سرخِ شہادت نوشت:
بستیزید

کجاست؟
لالۂ خونین دلی
کہ با خونش
بہ خاکِ پاکِ شہیدان این وطن بنوشت:
سپیدہ سر زدہ یاران
ز خواب برخیزید۔ (۱۸)

حواشی:

۱۔ زرین کوب، عبدالحسین، (بے تاریخ)؛ دو قرن سکوت، تہران.

۲۔ شاملو، احمد، (الف۔ بامداد)، (۱۳۷۸ش)؛ مجموعۂ آثار احمد شاملو، بہ کوشش نیاز یعقوب شاہی، دفتر یکم: شعر، (ہوای تازہ)، جلد اول، ص۱۵۵، انتشارات زمانہ، تہران.

۳۔ نمونے کے طور پر دیکھیے:

آرین پور، یحیی، (۱۳۷۲ش)؛ ز صبا تا نیما، (۲ جلد)، چاپ چہارم، انتشارات زوار، تہران.

ایضاً، (۱۳۸۴ش)؛ از نیما تا روزگار ما، انتشارات زوار، چاپ اول، تہران.

اکبری، منوچہر، (۱۳۷۱ش)؛ نقد و تحلیل ادبیات انقلاب اسلامی، بخش اول: شعر، سازمان مدارک فرہنگی انقلاب اسلامی، وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی، چاپ اول، تہران.

ایضاً، نقد و تحلیل شعر دفاع مقدس، (۱۳۷۷ش)؛ جلد اول، سازمان مدارک فرہنگی انقلاب اسلامی، وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی، چاپ اول، تہران.

باقری، ساعد؛ محمدی نیکو، محمد رضا، (۱۳۷۲ش)؛ شعر امروز، چاپ اول، انتشارات

بین المللی الھدی، تہران.

شمیسا، سیروس، (۱۳۸۳ش)؛راھنمای ادبیات معاصر، چاپ نخست، نشر میترا، تہران.

لنگرودی، شمس، (محمد تقی جواہری گیلانی)، (۱۳۸۱ش)؛ تاریخ تحلیلی شعر نو، (چھار جلد)، چھارم، نشر مرکز، تہران.

مجموعۂ مقالہ ھای سمینار بررسی ادبیات انقلاب اسلامی، (۱۳۷۳ش)؛ سازمان مطالعہ و تدوین کتب علوم انسانی دانشگاھھا، چاپ اول، تہران.

محمدی، حسن علی، (۱۳۷۳ش)؛ از بہار تا شہریار، چاپ دوم، انتشارات ارغنون، تہران.

۴۔ مثالوں کے لیے دیکھیے:

باقری، ساعد؛ محمدی نیکو، محمد رضا، (۱۳۷۲ش)؛ شعر امروز، چاپ اول، انتشارات بین المللی الھدی، تہران، صص ۲۱۹۔۲۵۹.

۵۔ ایضاً، صص ۱۷۔۱۱۹

۶۔ ایضاً، صص ۱۲۱۔۲۱۷

۷۔ دیکھیے: صفا، ذبیح اللہ، (۱۳۷۵ش)؛ حماسہ سرایی در ایران، انتشارات فردوس، تہران.

۸۔ فردوسی، ابوالقاسم، (۱۳۷۴ش)؛ شاھنامہ، (سہ مجلد)، بہ اہتمام مھدی قریب و محمد علی بھبودی، چاپ اول، انتشارات توس، تہران.

۹۔ دیکھیے:

چو ایران نباشد تن من مباد

بدین بوم و بر زندہ یک تن مباد

همه سر به سرتن به کشتن دهیم
ازان به که کشور به دشمن دهیم

۱۰۔ حسن حسینی، ۱۳۶۲ش)؛ به نقل از روزنامہ جمهوری اسلامی، ۸دی ماه.
۱۱۔ مهدی شجاعی، (۱۳۵۹ش)، به نقل از روزنامہ جمهوری اسلامی، شماره ۱۴۵۱، ۲ دی ماه، ۱۲_۱۳۵۹ش.
عبدالملکیان، محمد رضا، (۱۳۶۳ش)؛ فصلنامۂ هنر، شمارۂ ۵، زمستان ۱۳۶۲ش، بهار۱۳۶۳ش.
۱۳۔ ایضاً، گاهنامۂ میلاد، دفتر سوم، ص۸۲.
۱۴۔ قیصر امین پور، (۱۳۶۳ش)؛ تنفس صبح (مجموعۂ شعر)، انتشارات حوزۂ هنری سازمان تبلیغات اسلامی، چاپ اول، تهران.
۱۵۔ حسن حسینی، (۱۳۶۳ش)؛ همصدا با حلق اسماعیل (مجموعۂ شعر)، صص۶۳_۶۴، واحد انتشارات حوزه هنری سازمان تبلیغات اسلامی، چاپ اول، تهران.
۱۶۔ رحمدل، غلام رضا، (بے تاریخ)؛ شعر، مسابقه جنگ، وزارت ارشاد اسلامی.
۱۷۔ قیصر امین پور، (۱۳۶۳ش)؛ تنفس صبح (مجموعۂ شعر)، انتشارات حوزۂ هنری، سازمان تبلیغات اسلامی، چاپ اول، تهران.
۱۸۔ جوهری، محمد کریم، ۱۳۶۲ش؛ روزنامہ جمهوری اسلامی، ۳۱ شهریور ۱۳۶۲ش.